پہلی کرن

محمد یونس اعظمی

پہلی کرن

محمد یونس قاسمی مکی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب : پہلی کرن
مصنف : محمد یونس قاسمی مکی
سن اشاعت : ۲۰۱۱
تعداد : ۵۰۰
سرورق : شاداب مسیح الزماں
طباعت : شارپ ٹریک کمپیوٹرز، الہ آباد(الہند)

انتساب

میجر ایس ایم مصطفیٰ

(الہ آباد، الہند)

کے نام

فہرست

مولانا عبدالسلام فراہیؒ از محمد یونس قاسمی مکی ۵

حمد باریِ تعالی ۱۸

نعت رسولؐ ۲۲

غزل (اے مری گلبدن اے مری نازنیں) ۲۷

غزل (دنیا کو مٹایا کبھی منکر نہیں دیکھا) ۳۲

قطعات ۳۴

کٹی پتنگ ۳۵

ماں ۳۸

التجا ۴۰

ترانہ وطن ۴۱

ترانہ ۴۳

خون کی بارش ۴۴

الوداع ۴۶

☆☆☆

مولانا عبدالسلام فراہیؒ

تقریر: مولانا محمد یونس قاسمی مکی

فغاں کہ گشت نیوشندہ سخن خاموش
درچگونہ تسلی کنم من ایں لب و گوش

"حمید"

مولانا عبدالسلام صاحب اصلاحی رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ پھریہا آپ کا وطن مالوف 'مولد' منشا تھا آپ کے والد ماجد کا نام محمد عدیل تھا ابھی مولانا ایک ہی سال کے تھے کہ والد بزرگوار وفات پا گئے۔ سر سے سایہ پدری اٹھ جانے کے بعد ان کے بڑے چچا جناب حفیظ احمد صاحب (جو قانون گو تھے) اور چھوٹے چچا عبدالرؤف صاحب (جو بڑے متقی، پرہیز گار اور عبادت گزار انسان تھے) نے ان کی پرورش وتربیت کا بار اپنے کندھوں پر اٹھا لیا، اور بڑے لاڈوپیار سے بھتیجے کی پرورش کی۔

ابتدائی تعلیم:- جب مولانا سات برس کے ہوئے تو ان کی والدہ محترمہ نے انہیں حافظ عبدالسلام صاحب (ہم نام استاد) کے یہاں بھیج دیا جو پھریہا کی جامع مسجد میں قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے، حافظ صاحب مرحوم اپنے زمانے کے ولی اور قطب تھے ان کا آبائی وطن قصبہ نظام آباد تھا بعد میں جائے پیدائش کو خیر باد کہہ کر پھریہا ہی میں سکونت اختیار کی، وہ نہایت بزرگ، صالح، فیاض اور امانت دار انسان تھے خود مولانا کا بیان ہے کہ "ان کے اندر بہت سی خوبیاں، بے مثال

اوصاف اور کمالات تھے، انہوں نے پھریہا کی جامع مسجد میں تقریباً ترسٹھ برس تک قرآن پاک کی تعلیم دی اور انہوں نے کوئی معاوضہ یا تنخواہ نہیں لی، اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت سلائی اور دوسرے کاموں سے کی۔ پانچوں وقت کی نماز، جمعہ اور تراویح کی امامت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے تعلیم قرآن، امامت اور مسجد کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقت کر دیا تھا، متقی، پرہیزگار، دیندار، ایماندار اور روزہ نماز کے پابند تھے، احسان ومروت، مہمان نوازی، خوش اخلاقی، رحمدلی، شفقت و محبت میں اپنی مثال آپ تھے، ایسا ہردلعزیز انسان آج تک پھریہاپیدا نہیں ہوا"۔

حافظ عبدالسلام صاحب کے یہاں دو سال تک مولانا زیر تعلیم رہے اسی اثنا میں انہوں نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔

۱۹۱٦ء میں پھریہا کے سرکاری اسکول میں داخلہ لے لیا اور وہاں درجہ دوم تک تعلیم حاصل کی تعلیم کا یہ دوسرا دور بھی بڑا مبارک وسعید دور تھا وہاں کے تمام اساتذہ نہایت متقی، پرہیزگار، نمازی اور دیندار تھے اگرچہ یہ انگریزی دور حکومت تھا لیکن انگریزوں کو بداخلاقی و بدکرداری، قانون شکنی وخلاف ورزی ناپسند تھی۔ وہ کسی قوم کے کلچر، تہذیب وتمدن، رسم ورواج اور مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتے تھے اور اسلامی شعار اپنائے ہوئے تھے، ان میں مولوی نصیرالدین نظام آبادی کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ یہ مولانا کے استاذ خاص تھے، نہایت متقی، پرہیزگار اور عبادت گزار انسان تھے، مولانا نظام آبادی کو مولانا اصلاحی سے بڑی محبت تھی انہیں کی صحبت نے مولانا کو صوم وصلوۃ کا ایسا پابندبنایا کہ نماز سہوا بھی نہیں چھوٹی چہ جائے کہ عمداً وقصداً"۔

۱۹۱۸ء میں جب مولانا نے درجہ دوم اردو سے فراغت حاصل کی تو پھریہا میں فارسی تعلیم کی غرض سے ایک مدرسہ میں داخل ہو گئے جو اسی کے لئے قائم کیا گیا تھا

جس میں مولانا ایوب صاحب اعظمی درس دیتے تھے، ان سے مولانا نے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔

عربی تعلیم :-۱۹۲۰ء میں مولانا کے مشفق چچا نے ان سے کہا کہ "چلو بیٹے تمہاری ملاقات مولانا حمیدالدین صاحب سے کرادوں ان کے صحبت کے فیض سے تمہیں برکت حاصل ہوگی" اس وقت امام المفسرین علامہ حمیدالدین فراحیؒ حیدرآباد دکن عثمانیہ یونیورسٹی کو خیرباد کہہ کر اپنے وطن تشریف لائے تھے۔ ان کے چچا انھیں لے کر علامہ حمیدالدینؒ کے پاس گئے۔ ملاقات ہوئی علامہ فراہیؒ نے مولانا کے متعلق حفیظ صاحب سے متعدد سوالات کئے جن کا انھوں نے جواب دیا۔ بعد میں علامہ فراہیؒ نے فرمایا "حفیظ تم اس بچے کو کس قسم کی تعلیم دینا چاہتے ہو" حفیظ صاحب چونکہ قانون گو تھے اس لئے انہوں نے کہا میں اس بچے کو انگریزی کی تعلیم دینا چاہتا ہوں تاکہ آئندہ چل کر اسے کسب معاش میں کسی قسم کی تکلیف درپیش نہ ہو اور اپنے خاندان کی کفالت اور کنبہ کے بار کو برداشت کر سکے"۔

یہ سنتے ہی علامہ فراہیؒ کا چہرہ سرخ ہو گیا، فرمایا حفیظ تم خود زندگی بھر بیل رہے ہو کیا اس بچے کو بھی بیل بنانا چاہتے ہو؟ حفیظ صاحب کی نگاہیں شرم سے جھک گئیں سر ندامت سے خم ہو گیا پھر انہوں نے کہا اچھا تو آپ جو چاہیں کریں میں اس میں دخل نہیں دوں گا۔ ہر حکم سر آنکھوں پر۔ قدرے تائل کے بعد علامہ فراہیؒ نے فرمایا "تم اس بچے کو بھیج دو میں اسے تعلیم دوں گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ فراہیؒ کی جوہر شناس نگاہوں نے اس جوہرِ قابل کو بھانپ لیا تھا جو آگے چل کر ایک ماہر لسان کی حیثیت سے رونما ہوا۔

چنانچہ دوسرے ہی دن سے مولانا، امام فراہیؒ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے علامہ فراہیؒ چونکہ ایک مایۂ ناز مفکر، ایک بلند ادیب ایک بے مثل محقق اور ایک عظیم

مفسر تھے، وہ ہمیشہ مطالعہ قرآن میں غرق رہا کرتے تھے انکے پاس اتنا موقع نہیں تھا کہ وہ کسی کو وقت دے سکیں لیکن علامہ فراہیؒ نے اپنے قیمتی اوقات میں سے پانچ منٹ مولانا کے لئے متعین کردیا۔ علامہ فراہیؒ چوبیس گھنٹے میں صرف پانچ منٹ تعلیم دیتے تھے، ابھی سال رواں اختتام کو بھی نہ پہنچا تھا کہ علامہ فراہیؒ نے اسباق النحو اول ودوم فارسی کی دو کتابیں اور انگریزی کی کنگ ریڈر پڑھادیں۔

اس کے بعد ۱۹۲۱ء میں علامہ فراہیؒ نے مولانا کی عربی تعلیم کی تکمیل کے لئے 'مدرسۃ الاصلاح' میں بھیج دیا اس وقت انکے خاندان کے افراد انگریزی سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے گویا ان کی زبان ان کے گھر کی زبان تھی چنانچہ ایک جگہ خود مولانا تحریر فرماتے ہیں "یہ علامہ فراہیؒ کا فیضان نظر تھا کہ میں نے دینی تعلیم حاصل کی اور فارسی، اردو، عربی اور انگریزی زبانیں سیکھیں اللہ تعالیٰ کی مجھ پر بڑی رحمت تھی کہ اس نے شیخ المفرین علامہ فراہیؒ کی صحبت کا شرف بخشا"۔

علامہ فراہیؒ کے حکم کے مطابق مولانا نے ۱۹۲۱ء میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخلہ لیا اور جولائی ۱۹۲۶ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اس وقت مدرسۃ الاصلاح عربی تعلیم میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا۔

مدرسۃ الاصلاح سے فراغت کے بعد مولانا کی تعلیم کا تیسرا دور شروع ہوا ۱۹۲۷ء میں مولانا نے الہ آباد کا رخ کیا اس سفر کا مقصد صرف ڈگریاں حاصل کرنا تھا تاکہ سرکاری مدارس میں ملازمت کے مواقع فراہم ہوسکیں۔

یہ انگریزی دور حکومت تھا، جگہ جگہ سرکاری مکاتب اور مدارس قائم تھے جن کا سارا انتظام عوام کے حوالہ تھا مگر مصارف گورمنٹ کے خزانہ سے پورے کئے جاتے تھے، امتحانات گورمنٹ کے زیر نگرانی ہوتے تھے اور باقاعدہ سند بھی ملتی تھی اس وقت تمام مدارس عربیہ میں مصباح العلوم سب سے ممتاز اور نمایاں تھا۔

۱۹۲۸ء میں مولانا نے مصباح العلوم الہ آباد میں عالم کا امتحان دیا اور فرسٹ ڈویژن پاس ہوئے، مولانا کو علم سے اتنی دلچسپی ہوچکی تھی کہ کمپٹیشن میں بیٹھنا ان کا معمولی بن گیا تھا چنانچہ مولانا نے ۱۹۲۹ء میں پھر الہ آباد سے فاضل کی ڈگری حاصل کی۔

فضیلت کی سند حاصل کرنے کے چند ہی روز بعد مولانا نے فارسی کے دو اور امتحان دیئے معمول کے مطابق اس امتحانات میں تاجِ ظفر ان کے سر رہا اور فرسٹ ڈویژن حاصل کرکے مولانا نے منشی اور کامل ڈگریاں بھی حاصل کیں۔

عربی ، فارسی اور اردو میں عبور حاصل کرنے کے بعد مولانا کے دل میں انگریزی تعلیم کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ جس کی بنیاد علامہ فراہیؒ نے پہلے ہی رکھ دی تھی، چنانچہ مولانا نے پرائیوٹ طور پر انگریزی کی تیاری کرنی شروع کردی اور ۱۹۳۱ء میں مولانا نے ہائی اسکول کا امتحان دیا اور اس میں کامیاب ہوئے۔ ہائی اسکول میں کامیابی سے مولانا کے اندر مزید ذوق وشوق اور حوصلہ پیدا ہوا، چنانچہ مولانا انگریزی زبان میں مہارت حاصل کرنے کی غرض سے ایک ماہر استاذ ادب انگریزی ضیاء الدین صاحب کے پاس گئے جو الہ آباد میں سکونت پذیر تھے اور ضلع جونپور کے ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے مولانا کو انگریزی ادب کی تعلیم دی اور کچھ ہی دنوں میں مولانا نے انگریزی میں اچھی خاصی لیاقت پیدا کرلی۔

اسی دوران مولانا کو حکیم فخر الدین صاحب کی صحبت کا شرف حاصل ہوا جو فن طب و حکمت کے ماہر تھے ان کی صحبت میں رہ کر مولانا نے فن طب و حکمت میں مہارت حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں مولانا نے الہ آباد مین انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا اس مرتبہ بھی کامیابی ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں آگرہ یونیورسٹی کا رخ کیا اور بی اے کا امتحان دیا اسی دوران مولانا کو فن تاریخ کا شوق پیدا ہوا اور اس کے مطالعہ میں منہمک ہو گئے۔

تھوڑے ہی دنوں میں آسمان تاریخ دانی پر آفتاب بن کر چمکے پھر مولانا الہ آباد پبلک لائبریری کے ممبر مقرر ہو گئے مولانا کے لئے یہ تقرر انتہائی سنہرا موقع ثابت ہوا اور انہوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور وہاں سے ہر ملک ہر قوم اور ہر دور کی تاریخ کا مطالعہ کیا کچھ ہی عرصہ میں مولانا نے یورپ ایشیا افریقہ عرب مصر عراق شام اور ترکی کی تواریخ کا مطالعہ کر لیا۔

اسی زمانے میں مولانا نے ایک اور امتحان میں شرکت کی جو اردو ایڈاونس کے نام سے مشہور ومعروف ہے برٹش حکومت نے ملازمت کے لئے اس امتحان کو لازم قرار دیا تھا اور اس کا التزام ہر شخص کو کرنا پڑتا تھا اس امتحان میں بھی مولانا نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ مولانا کے والد کے انتقال کے بعد گھر کے اخراجات کا سارا بار انکے عم شفیق حفیظ احمد کے کندھے پر آگیا تھا انہوں نے اسے بخوبی انجام دیا اور انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوئی بالآخر مولانا اس لائق ہو گئے کہ وہ گھر کے اخراجات کو سنبھال سکیں چنانچہ انہیں معاش کی فکر لاحق ہوئی بریں بنا ۱۹۳۰ء میں سلسلہ تعلیم سے سبکدوش ہو کر معاشی زندگی میں قدم رکھا اور مولانا ضیاء الحسن صاحب نے ان کی سرپرستی کی۔

مولانا ضیاء الحسن صاحب کاکوروی ضلع لکھنؤ کے ایک سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے ندوہ العلماء میں عربی تعلیم حاصل کی اور عربی مدارس کے انسپکٹر اور امتحانات کے رجسٹرار مقرر ہو گئے۔

مولانا ضیاء الحسن صاحب کے بڑے صاحبزادے حسن بن ضیاء تھے مولانا کی خواہش تھی کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ کچھ دینی تعلیم فارسی ادب اور عربی لٹریچر سے بھی بچے کو واقفیت ہوجائے اس لئے انہوں نے مولانا محمد شریف صاحب سے اس

باب میں گفتگو کی مولانا محمد شریف صاحب اس وقت مصباح العلوم کے مہتمم تھے۔

مولانا محمد شریف صاحب نے مولانا کا انتخاب کیا، معاشی زندگی کا یہ پہلا قدم تھا ضیاء الحسن صاحب کے فرزند کو مولانا عربی اور فارسی کی تعلیم دینے لگے اس وقت ان کی تنخواہ پانچ روپئے ماہانہ مقرر ہوئی لیکن اس پانچ روپئے کی قیمت اس وقت بہت تھی قیام وطعام کا انتظام مولانا ضیاء الحسن صاحب کے بنگلے پر ہی تھا رفتہ رفتہ مولانا کی صلاحیت ایک ایک کرکے سامنے آنے لگی اور مولانا ضیاء الحسن صاحب کو یہ یقین ہو گیا کہ مولانا ایک معتبر عالم ہیں چنانچہ انہوں نے مولانا سے مشورہ کئے بغیر انہیں مصباح العلوم میں ادبیات اور تاریخ کا استاذ مقرر کر دیا اب مولانا کی تنخواہ پانچ روپئے سے بڑھ کر تیس روپئے ہو گئی، اور مولانا باقاعدہ تدریسی اسٹاف کے رکن ہو گئے۔ عالم فاضل اور مختلف علوم وفنون کا درس دینے لگے خاص طور سے تاریخ وادب اور موطا امام محمد کے ساتھ ساتھ دو مزید حدیث کی کتابیں مولانا کے سپرد تھیں چنانچہ مولانا نے اپنی زندگی کے چودہ برس مصباح العلوم میں ایک کامیاب استاذ کی حیثیٹ سے گزارے اور ہمیشہ سرفراز رہے۔

والد کے انتقال اور مولانا کے مصباح العلوم میں تدریسی کام انجام دینے کی وجہ سے ان کی والدہ محترمہ اب تنہا رہ گئی تھیں اور مولانا کو بھی ان کی تنہائی کا احساس تھا مولانا اپنی والدہ کا بہت خیال کرتے تھے اپنی پوری زندگی میں مولانا نے اپنی مادر مہرباں کو ہمیشہ ہشاش بشاش خوش وخرم دیکھنے کی کوشش کی ذرا سی تکلیف پر مولانا بے چین اور مضطرب ہو جاتے تھے۔

مولانا کے دل میں اپنی والدہ محترمہ کی بے حد محبت تھی اسی لئے مولانا والدہ کا بڑا خیال رکھتے تھے لیکن ان کی غیر موجودگی میں والدہ کو گھر کے ناخوشگوار ماحول میں کچھ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا جسے مولانا برداشت نہ کر سکے اپنی غیر موجودگی پر بہت نادم

وشرمسار ہوئے اور مصباح العلوم کی ملازمت ترک کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ ترک ملازمت سے پہلے مولانا نے اپنی والدہ کو ایک خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمہ والدہ صاحبہ دام ظلہا

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بندہ بخیر ہے عافیت خواہ مزاج عالی ہے آپ کے دو متواتر خطوط ملے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوئی معافی کا خواستگار ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب میری زندگی صرف آپ کی خدمت میں صرف ہوگی آپ نے میرے لئے بہت کچھ برداشت کیا اب میری باری آگئی ہے مجھے جاہ وعزت، مال و دولت کی پرواہ نہیں صرف آپ کی خوشنودی مطلوب ہے ہائے افسوس میری اتنی زندگی صرف ہوگئی اور میں آپ سے غافل رہا پہلے ہی میں نے ارادہ کیا تھا کہ اب گھر ہی رہوں گا مگر خدا کو منظور نہ تھا اب میرے تمام منصوبے بالائے طاق ہو گئے تمام آرزوئیں فنا ہو گئیں، بہت کچھ کرنے کا ارادہ تھا مگر اب کچھ نظر نہیں آتا تف ہے ایسی زندگی اور تعلیم پر، اگر میں سمجھتا کہ تکالیف اپنی انتہا کو پہنچ جائے گی تو ہرگز تعلیم حاصل نہ کرتا بلکہ اپنی پوری زندگی آپ کی خدمت میں گذار دیتا خیر جو ہونا تھا وہ ہو ہی گیا۔ صبر کیجئے انشاء اللہ میں جلد ہی آرہا ہوں۔ تمام لوگوں کو سلام عرض ہو۔ والسلام

آپ کا نالائق فرزند

عبدالسلام فراہی

۱۹۴۱ء میں مولانا نے اپنی مادر مہرباں کی خدمت کی غرض سے مصباح العلوم الہ آباد کی ملازمت کو خیرباد کہا اور گھر واپس چلے آئے۔

اس وقت شبلی کالج اعظم گڑھ میں عربی، فارسی اردو اساتذہ کی شدید ضرورت تھی باقاعدہ اس کا اعلان ہوا درخواستیں آئیں اس وقت اراکین انتظامیہ نے مولانا کو منتخب کر لیا۔ اور جولائی ۱۹۴۱ء سے مولانا نے شبلی کالج میں ملازمت شروع کر دی اس وقت مولانا کی تنخواہ چالیس روپئے ماہوار مقرر ہوئی۔ یہ اس وقت کی سب سے زیادہ تنخواہ تصور کی جاتی تھی۔ کچھ دنوں بعد مولانا شبلی کالج کے پروفیسر مقرر ہو گئے اور تنخواہ بتدریج بڑھتے ہوئے سات سو روپئے تک پہنچ گئی، پروفیسر ہونے کے بعد مولانا صرف تین گھنٹے درس دیتے اور اکیس گھنٹے آرام، نماز، تلاوت، اور تسبیح وتقدیس سپاس الٰہی وستائش خداوندی میں صرف کرتے اور اپنی زندگی سنت کے مطابق گذارنے کی پوری کوشش کرتے۔

حفظ قرآن :- یوں تو بچپن ہی سے مولانا کو قرآن کی تلاوت کا شوق تھا اور ہمیشہ قرآن کو حفظ کرنے کی تمنّا دل میں رہی مگر تعلیمی مشاغل اور ملازمت کے فرائض کی انجام دہی کے باعث ان کی تمنا دل ہی میں رہ جاتی تھی۔

جب مولانا شبلی کالج کے پروفیسر مقرر ہوئے اس وقت طویل فرصت کے سبب اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوا تو دنیا کی تمام دلچسپیوں سے قطع تعلق کر کے اپنا وقت قرآن پاک حفظ کرنے میں لگایا ابھی سال رواں پائے تکمیل کو بھی نہیں پہنچا تھا کہ سورہ بقرہ یاد کر لی، سورہ بقرہ کے دل نشین اور ذہن نشین ہو جانے کے بعد مولانا کا حوصلہ اور بلند ہو گیا اور مولانا کی دلی خواہش پوری ہوئی اس سورہ کے حفظ نے آگے کے حصوں کو یاد کرنے کے لئے مہمیز کا کام کیا۔ اس طرح سے مولانا نے رفتہ رفتہ پورا قرآن حفظ کر لیا اور حافظے کو برقرار رکھنا اپنا روزمرہ کے فرائض میں داخل کر لیا تراویح میں قرآن سنانا، مولانا کا معمول بن گیا تھا ماہ رمضان المبارک میں دو قرآن ختم کیا کرتے تھے ایک محلّہ کٹرہ والی مسجد میں اور دوسرا محلّہ گروٹولہ والی مسجد میں (یہ دونوں

مسجدیں شہر اعظم گڑھ میں واقع ہیں) ایک اور بیان کے مطابق تین قرآن ختم کیا کرتے تھے یہ تیسری مسجد ان کے آبائی گاؤں موضع پھریہا کی ہے جو بوبو کی مسجد کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

مولانا پھریہا سے اعظم گڑھ ہمیشہ پاپیادہ آتے جاتے تھے دوران سفر قرآن پڑھنا ان کا معمول تھا قرآن سے انہیں اتنی دلچسپی و محبت ہوگئی تھی کہ زمین کی گردش کی طرح قرآن کے الفاظ ان کی زبان پر جاری رہتے۔

اس وقت علامہ حمید الدین فراہیؒ پھریہا کی جامع مسجد میں جمعہ کی امامت کیا کرتے تھے ۱۹۲۷ء میں جب علامہ حمید الدین فراہیؒ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تو منصبِ امامت پر انہیں فائز کر دیا۔

اس طور سے ۱۹۲۷ء میں مولانا نے پھریہا کی جامع مسجد میں پہلا خطبہ دیا اور جمعہ کی نماز پڑھائی اور علامہ فراہی کی مرضی و خواہش کے تحت ۱۹۷۰ء تک اس عظیم فریضہ کو انجام دیا۔

۱۹۷۰ء میں مولانا مسلسل بیمار رہنے لگے، دماغ کچھ کمزور سا ہوگیا بنابریں امامت و تراویح کا سلسلہ بند ہوگیا پھر بھی شبلی کالج میں پروفیسر کی حیثیت سے برقرار رہے۔ ۱۹۷۲ء میں شبلی کالج سے ریٹائر ہو کر گھر تشریف لائے۔

اب مولانا اپنے اوقات کو نماز، تلاوت، سنن و نوافل اور کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرنے لگے، کچھ وقت گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو قرآن پڑھانے میں لگاتے اور تھوڑا سا وقت تصانیف میں صرف کرتے، تصنیفات کوئی زیادہ نہیں ہیں بہت کم ہیں اور ابھی زیور طبع سے آراستہ بھی نہیں ہوئی ہیں اگر خدا کی توفیق شامل حال رہی تو ہم انہیں جلد ہی منظر عام پر لائیں گے۔

وفات : بعد نماز عصر تفریح کرنا ان کا معمول تھا تفریح کیا تھی قبرستان کی زیارت تھی،

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی قبروں پر جایا کرو اس سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے رجوع الی اللہ کا جذبہ ہوجاتا ہے اور آدمی اس شعر کا مصداق ہوجاتا ہے۔

اذا ما لیل اظلم کابدوۃ
فبہر عنہم وہم رکوع
اطار الخوف نومہم فقامو

بعد نماز مغرب نوافل میں مشغول ہوجاتے اور عشاء تک مشغول رہتے یہ سلسلہ ۱۹۸۱ء تک چلتا رہا اور ساتھ ہی کمزوری اور بیماری میں اضافہ بھی ہوتا رہا اور بہت نحیف وزار ہو گئے۔

دمِ واپسیں بر سرِ راہ ہے
عزیز و اب اللہ ہی اللہ ہے

۱۳، اپریل ۱۹۸۱ء دوشنبہ کی صبح نمودار ہوتی ہے مولانا نماز وتلاوت سے فارغ ہوکر بچوں کو قرآن کا درس دیتے ہیں حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہوجاتا ہے مولانا وضو کے لئے کمرے سے باہر تشریف لاتے ہیں وضو سے فارغ ہوکر نماز ظہر ادا کرتے ہیں، ظہر کے بعد آرام کرنا مولانا کا معمول تھا چنانچہ تسبیح پڑھتے ہوئے بستر پر لیٹ جاتے ہیں، اور تسبیح کے چند الفاظ زبان مبارک پر تھے کہ ان کی روح دنیائے فانی سے پرواز کرجاتی ہے۔

کیا لوگ تھے جو راہ عمل سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

انا للہ و انا الیہ راجعون

کچھ نہ پوچھئے کیا وقت لوگوں پر آیا تھا پھر یہاں کی گلیاں سنسان نظر آنے لگیں، کسی کو یقین نہیں آرہا تھا کہ مولانا دارالمحن سے کوچ کر گئے ہیں ہر شخص کو یہ خیال

تھا کہ مولانا ابھی باحیات ہیں۔ بعد نماز عصر پھر یہا کی سنسان گلیوں میں یہ اعلان سنائی دیتا ہے کہ مولانا عبدالسلام صاحب فراہی راہی ملک عدم ہو گئے ہیں انکی نماز جنازہ بعد نماز عشاء ادا کی جائے گی، جب یہ المناک و دردانگیز خبر لوگوں کے کانوں سے ٹکراتی ہے تو ایک ہل چل سی مچ جاتی ہے اور لوگ محو حیرت ہو کر مرد باخدا کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو جاتے ہیں تھوڑی ہی دیر بعد اذان مغرب ہوتی ہے نماز کے بعد ہزاروں کی تعداد میں اہل پھریہا و پسماندہ گان جمع ہوتے ہیں لوگوں پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹا ہوا ہے جو بھی آتا ہے میت کو دیکھ کر سر پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتا ہے، عشاء کا وقت ہو جاتا ہے اذان ہوتی ہے نماز پڑھ کر لوگ فارغ ہوتے ہین اب وقت آجاتا ہے کہ جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جایا جائے لیکن اب بھی لوگون کو یہی خیال ہے کہ مولانا نے داعی اجل کو لبیک نہیں کہا ہے لیکن کل نفس ذائقۃ الموت فیصلہ ایزدی انہیں اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ مولانا عالم شہود سے نکل کر عالم عدم میں ہمیشہ کے لئے مقیم ہو گئے ہیں آخر کار لوگ اللہ کے نیک وصالح بندے کو آبائی باغ میں سپرد خاک کر دیتے ہیں۔

دنیا کو چلے چھوڑ کتنے صاحبان علم
جی چاہتا ہے ان کو گور سے نکال لوں

مولانا نہایت متقی، پرہیز گار، ذہین، دیندار، خوش مزاج، خوش کردار، خوش اخلاق، نیک سرشت انسان تھے۔ وظائف، تہجد، نوافل اور ذکر وفکر کے پابند تھے، اُن کے مزاج میں شرافت، سخاوت، ذکاوت، اولوالعزمی، بلند ہمتی، دینداری، دیانت داری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اپنے علمی کمالات اور اخلاقی خوبیوں میں اپنی مثال آپ تھے۔ کینہ، بغض، حسد، عداوت، قساوت، کبر و نخوت، غرور وتکبر سے ان کا سینہ پاک تھا۔ ایسے محبوب، پسندیدہ، ہردلعزیز انسانی معاشرے میں کم پیدا ہوا کرتے ہیں۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مولانا عبدالسلام فراہی کے ایک اکلوتی بیٹی خورشیدہ بیگم ہیں جو بڑی ہی نیک اور دیندار ہیں ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں جن کی پرورش عبدالسلام فراہی کی سرپرستی میں ہوئی اور انہیں کی دعاؤں کی برکتوں سے تینوں نواسوں نے اعلی تعلیم حاصل کی۔

۱۔ ڈاکٹر عمران احمد ایم بی بی ایس، ایم ایس علیگ آئی اسپشلسٹ، اس وقت آرمڈ فورسیز ہاسپٹل کنگ آف عبدالعزیز نیول بیس جبیل المملکۃ السعودیہ میں سروس کر رہے ہیں۔

۲۔ سلیمان احمد (ایم اے اردو) اسکالر آف پی ایچ ڈی شبلی کالج اعظم گڑھ۔

۳۔ مولانا محمد یونس قاسمی متعلم جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ۔ مولانا یونس قاسمی حج کے دوران انڈین حج امبیسی میں یوتی کرتے ہیں جس سے حاجیوں کی خدمت بھی کرتے ہیں۔

ابھی مولانا موصوف کی اہلیہ سیدہ خاتون بھی بقیدت حیات ہیں، یہ بھی بہت ہی نیک، دیندار اور باصلاحیت خاتون ہیں، اللہ تعالی ہماری نسل میں مولانا کے اوصاف حمیدہ اور علم کی روشنی اور دینداری کو برقرار رکھے۔ (آمین)

☆☆☆

حمد باری تعالی

از نتیجہ فکر محمد یونس اعظمی - جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ

اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں ربّ کریم
کس قدر ہم پہ ترا احسان ہے
ہر طرف انعام ہی انعام ہے
دونوں عالم میں نہیں تیرا بدل
ذات تیری لائق شکر عظیم
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں ربّ کریم

شکر کرتے ہیں ترا شمس و قمر
رات دن تسبیح پڑھتے ہیں شجر
مچھلیاں بھی یاد کرتی ہیں تجھے
گنگناتی ہے تجھے باد نسیم
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں ربّ کریم

بحر و بر ہو یا زمین و آسماں
ہر طرف موجود ہے جلوہ ترا
ثور کا ہو غار یا غار حراء
یا فلک کو چومتا کوہ کلیم
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں رب کریم

تو نے ہی پیدا کیا انسان کو
اور نازل بھی کیا قرآن کو
آج بھی غافل ہیں تیری ذات سے
کر عطا مولی مرے عقل سلیم
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں رب کریم

ہر طرف غارت گری فتنہ فساد
خون سے دنیا ہوئی ہے داغ داغ
جل رہی ہے چارسو نفرت کی آگ
خوف سے سہمے ہوئے ہیں سب مکیں
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں رب کریم

اہل مغرب کا اثر ایسا ہوا
سارے ظالم ہوگئے ہیں پارسا
ہوگئے دنیا میں اب مشکوک ہم
تنگ ہوتی جا رہی ہے سر زمین
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں رب کریم

اہل مغرب جب سے اسوہ ہوگئے
ہوکے مسلم پھر بھی رسوا ہو گئے
بھول بیٹھے ہیں ترے فرمان کو
انتم الاعلون گر ہو مومنین
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں رب کریم

اے خدا دنیا کے رخ کو موڑ دے
ظلم کی زنجیر کو تو توڑ دے
جتنے دل ٹوٹے ہیں سب کو جوڑ دے
ایک ہونے کا کریں عزم صمیم
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں رب کریم

سارے عالم کی تو سنتا ہے صدا
سن لے مولیٰ آج یونس کی دعا
دار فانی میں گناہوں سے بچا
آخرت میں دے مجھے خلد نعیم
اے خدائے پاک رحمٰن و رحیم
خالق کون و مکاں رب کریم

☆☆☆

۲۸؍مارچ ۲۰۱۰ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نعت رسولؐ

نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

خدا کا لیکر پیام آئے
وہ دین دینِ تمام لائے
خدا نے بھیجا سلام ان پر
مَلک بھی لیکر سلام آئے
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

پڑھا ہے کلمہ کبھی حجر نے
گواہی دی ہے کبھی شجر نے
خدا نے ان کو وہاں بلایا
جہاں نہ سوچا کسی بشر نے
نبیِ اکرمؐ شفیعِ محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

اتارا ان پر کلام اپنا
جہاں میں بھیجا نظام اپنا
بنا کے ان کو نبیِ رحمت
پلایا وحدت کا جام اپنا
نبیِ اکرمؐ شفیعِ محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

کبھی اُحد میں کبھی بدر میں
کبھی سفر میں کبھی حضر میں
بجایا ڈنکا خدا کا ہر سو
گلی گلی میں نگر نگر میں
نبیِ اکرمؐ شفیعِ محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

خدا نے ان کی وہاں مدد کی
جہاں انہوں نے مدد طلب کی
کبھی اتارے فرشتے اپنے
کہیں پہ مکڑی سبب بنی تھی
نبیِ اکرمؐ شفیعِ محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

کیا تھا انگلی سے اک اشارا
جہاں نے دیکھا عجب نظارا
ہوا تھا شق القمر اسی دم
زمیں بھی شاہد فلک بھی سارا
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

فلک نے دیکھا تھا وہ بھی منظر
فرشتے آئے تھے طشت لیکر
نبیؐ کے سینے کو چاک کر کے
دھلا تھا زم زم سے قلب اطہر
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

دعا کا شاید اثر ہوا ہے
خدا کا مجھ پر کرم ہوا ہے
کہ ایک اس کا حقیر بندہ
نبی کے در پر کھڑا ہوا ہے
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

ملا ہے دل کو سکون کتنا
بڑے ادب سے دھڑک رہا ہے
حیا سے نظریں جھکی ہوئی ہیں
خوشی سے آنسو ٹپک رہا ہے
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

ذرا سا دل سے تو سوچ یونس
خدا کا کتنا کرم ہے تجھ پر
زباں پہ ذکر نبی ہے تیرے
ادھر ہے روضہ ادھر ہے منبر
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

برس رہی ہے خدا کی رحمت
فضا سے خوشبو نکل رہی ہے
ہوا بھی ان کو سلام کر کے
بڑے ادب سے گزر رہی ہے
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

خدایا میری طلب یہی ہے
اسی شہر میں مجھے بسا دے
حرم میں گزرے حیات میری
مروں تو مجھ کو بقیع دلا دے
نبی اکرمؐ شفیع محشرؐ
درود ان پر سلام ان پر

☆☆☆

۵؍فروری۲۰۰۸ء

غزل

اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

اچھی لگتی ہے مجھ کو تری ہر ادا
ہو گیا جان و دل سے میں تجھ پر فدا
کوئی بھاتا نہیں اب تمہارے سوا
تیرے جیسا کوئی بھی جہاں میں نہیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

اک نشہ ہر گھڑی تیری آنکھوں میں ہے
جیسے خوشبو بسی تیری سانسوں میں ہے
کچھ عجب سی ادا تیری باتوں میں ہے
تیری آواز جیسے کوئی رس بھری
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

تیری زلفیں ہیں جیسے ہو کالی گھٹا
چھو کے تجھ کو گزرتی ہو بادِ صبا
تیز آندھی میں جیسے نرم شاخ ہو
اور رہ رہ کے اکثر وہ چھوئے زمیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

یہ تکلم ترا اور ترا پیرہن
یہ شرارت تری اور ترا بانکپن
جیسے کھلتا ہوا کوئی اک پھول ہو
اور بھونرا کوئی آ کے رکھ دے جبیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

تیرا چہرہ ہے جیسے ہو کھلتا گلاب
اور آنکھوں سے چھلکے ہے جیسے شراب
چاند شرمائے رخ سے جو پلٹے نقاب
تجھ سا کوئی نہیں اے مری ہم نشیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

تیرے جیسا جہاں میں نظارا نہیں
بن تمہارے کہیں بھی گذارا نہیں
تیری نظروں سے ایسا میں گھائل ہوا
اب تو فرقت گھڑی بھر گوارا نہیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

بن تمہارے عجب تھی مری زندگی
خامشی، کشمکش، بے خودی، بے کلی
جب سے تم بن گئی ہو شریک حیات
آ گئی زندگی میں نئی چاشنی
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

اے مری جاں بہت خوبصورت ہے تو
جیسے مندر کی پیاری سی مورت ہے تو
تم کو بننے سنورنے سے کیا فائدہ
سادگی میں تو لگتی ہے بیحد حسیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

دل دھڑکتا ہے میرا تمہارے لئے
دن گزرتا ہے میرا تمہارا لئے
تیری بانہوں میں ایسا سکوں مل گیا
دور رہ کر سکوں مل نہ پائے کہیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

جیسے شمع کوئی ایک جلتی ہوئی
رفتہ رفتہ اکیلے پگھلتی ہوئی
میں بھی جلتا ہوں اکثر تیری یاد میں
یہ حقیقت ہے کوئی فسانہ نہیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

میرے خوابوں کی ملکہ میری دلربا
آؤ ملکر کریں آج عہد وفا
ہم چلیں گے ملا کر قدم سے قدم
رشک ہم پر کریں سارے اہل زمیں
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

اے مری زندگی اے مری قلب و جاں
ہے تمہارے لئے بس یہی اک دعا
زندگی بھر سدا مسکراتی رہو
سر پہ سایہ کرے رحمت ایزدی
اے مری گلبدن اے مری نازنیں
اے مری جان و دل اے مری ہم نشیں

۱۲، اگست ۲۰۰۶ء

☆☆☆

غزل

دنیا کو مٹایا کبھی منکر نہیں دیکھا
بش جیسا کوئی ہم نے ستمگر نہیں دیکھا

دنیا کی ملامت کا بھی جس کو نہ ہوا احساس
اس درجہ کوئی حد سے گزر کر نہیں دیکھا

ہر شخص مرے سر کا لہو دیکھ رہا ہے
کس شخص نے پھینکا ہے یہ پتھر نہیں دیکھا

چھا جائیں ہزاروں پہ فقط تین سو تیرہ
تاریخ نے ایسا کوئی لشکر نہیں دیکھا

ساحل پہ چلا دے کوئی خود اپنی ہی کشتی
دنیا نے کبھی ایسا مقدر نہیں دیکھا

تاریخ کی آنکھوں نے تو دیکھا ہے بہت کچھ
بوبکر و عمر جیسا مقدر نہیں دیکھا

اک بار مجھے خواب میں وہ ذات ملی تھی
پھر میری نگاہوں نے وہ منظر نہیں دیکھا

اس نے تو مجھے قتل نگاہوں سے کیا تھا
میں نے تو کبھی ہاتھ میں خنجر نہیں دیکھا

جاں اپنی گنوا دیتے ہیں کچھ لوگ شمع پر
ہم نے بھی سنا ہے کبھی جل کر نہیں دیکھا

تکلیف اسے ہو گی بہت وقت جدائی
اس واسطے دل میں کبھی بس کر نہیں دیکھا

اس دور میں زنجیر غلامی سے ہو آزاد
یونسؔ نے تو ایسا کوئی رہبر نہیں دیکھا

☆☆☆

قطعہ

اس سے بڑا نہیں کوئی دنیا میں بد نصیب
جو مال کی طلب میں ایمان بیچ دے
اللہ میرے رزق میں برکت کے واسطے
ہر روز میرے گھر کوئی مہمان بھیج دے

☆☆☆

قطعہ

ظلم سے ظالموں کے کیا ڈرنا
میرا اللہ میرے ساتھ میں ہے
خود کو رزّاق وہ سمجھتا ہے
جس کی روزی کسی کے ہاتھ میں ہے

☆☆☆

کٹی پتنگ

اے دوستو سناتا ہوں اک روز کی خبر
قصہ بڑا عجیب ہے لیکن ہے مختصر
اک روز اتفاق سے میں بمبئی میں تھا
ہے بمبئی کے حال سے ہر شخص با خبر
سر سے گزر رہی تھی مرے اک کٹی پتنگ
کروٹ بدل رہی تھی ہواؤں کے دوش پر
کچھ دیر تو فضا میں لڑھکتی رہی جناب
جیسے بھٹک رہا ہو اندھیرے میں جانور
میں دیکھتا رہا مری نظروں کے سامنے
جا کر گری پتنگ سرعام چوک پر
دیکھا کہ ایک بچہ کوئی سات سال کا
دوڑا پتنگ کے پیچھے چلا آیا روڈ پر
اتنے میں اک ٹرک کوئی تیزی سے آگیا
مانند برق گزرا وہ بچے کو روند کر
ماں نے صدا سنی تو چلی آئی دوڑ کر
منہ کو کلیجہ آ گیا بچے کو دیکھ کر

کھو بیٹھی ایک آن میں ہوش و ہواس کو
دیکھا جو اس نے راہ میں بکھرا ہوا پسر
میں بھی کھڑا کنارے یہی سوچتا رہا
ہے مقصد حیات بھی اس درجہ مختصر
کہنے لگا ضمیر میاں سوچتے ہو کیا
ڈالو نگاہ تم ذرا دنیا کے حال پر
کوئی پکڑ رہا ہے جو شہرت کی اک پتنگ
آنکھیں لگی ہوئی ہیں وزارت کی ڈور پر
ہر شخص کی نگاہ میں دولت کی اک پتنگ
ہر شخص چاہتا ہے پہونچ جاؤں چاند پر
سب ہوش کھو رہے ہیں اونچی اڑان میں
خوش ہو رہا ہے بھائی بھائی کو کاٹ کر
کیا زندگی کا مقصد، کیا مقصد حیات
تعمیر ہو رہی ہے بھائی کی لاش پر
دولت کی اس پتنگ کے پیچھے پڑے ہیں سب
انسانیت کے سارے رشتوں کو توڑ کر
فرصت کہاں کسی کو دنیا کی دوڑ میں
سوچے ذرا سی دیر کوئی من میں ڈوب کر

اللہ نے جہان میں بھیجا ہے کس لئے
کس واسطے جہان میں پیدا کیا بشر
حجت تمام کر دی دیکر ہمیں کتاب
بھیجا ہمارے واسطے کیوں سید البشر
کیسے گزار دی ہے صحابہ نے زندگی
نکلے خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر
دنیا کی زندگی تو متاع غرور ہے
جاؤ گے اس جہان سے ہر چیز چھوڑ کر
رستم، شکوہ و دارا سب مٹ گئے جہاں سے
باقی رہا نہ کوئی چنگیز خان و ہٹلر
ترجیح دینے والے دنیا کو آخرت پر
سب چل بسے جہاں سے کسری ہو یا کہ قیصر
نادان تو سنبھل جا، اب بھی ہے وقت باقی
دل کو خدا کے واسطے دنیا سے پاک کر
گر چاہتا ہے پانا تو زندگی کا مقصد
ہر صبح و شام یونس، مولا کو یاد کر

☆☆☆

مئی ۲۰۰۸ء

ماں

ماں کے قدموں تلے تو ڈھونڈ لے جنت اپنی
در بدر ڈھونڈتا پھرتا ہے زمانے میں کہاں

ماں کی دولت جو ملی ہے تو غنیمت جانو
یہ وہ دولت ہے جو دنیا کے خزانے میں کہاں

ماں کی ممتا میں جو پائی ہے محبت میں نے
رنگ میں، پھول میں، خوشبوں میں، فسانے میں کہاں

ماں اگر پیار سے رکھ دے ترے سر پر آنچل
منزلیں خود تجھے ڈھونڈھیں گی زمانے میں میاں

کر کے خدمت اسی دنیا میں تو جنت لے لے
جو مزہ آج ہے کل اشک بہانے میں کہاں

ماں کی اک آہ تجھے راکھ بنا سکتی ہے
ایک آنسو تجھے کر سکتا ہے بے نام و نشاں.

تم اسے اف نہ کہو، حکم خدا ہے لوگو
پیار سے بات کرو، نرم ہو انداز بیاں

ماں اگر خوش ہے تو سمجھو کہ خدا ہے راضی
ورنہ برباد ہوا دونوں جہاں دونوں جہاں

آج بھی وقت ہے تو لے لے دعائیں یونس
کل کہاں آیا ہے، دیکھا ہے زمانے نے کہاں

☆☆☆

۲۶؍اکتوبر ۲۰۰۹ء

التجا

مظالم روز ڈھائے جا رہے ہیں
ہمارے گھر جلائے جا رہے ہیں
ابھی گر کر سنبھلنے بھی نہ پائے
گرے تھے پھر گرائے جا رہے ہیں
الٰہی کون سی ہم نے خطا کی
مسلسل چوٹ کھائے جا رہے ہیں
جھکانا تھا ترے دربار میں سر
ہر اک در پر جھکائے جا رہے ہیں
سمائی جب سے دنیا کی محبت
لہو میں ہم نہائے جا رہے ہیں
خدا تیری مقدس سرزمیں پر
لہو ناحق بہائے جا رہے ہیں
ہماری سر بلندی کا ہے وعدہ
مگر وہ ہم پہ چھائے جا رہے ہیں
خدارا پھر صلاح الدین پیدا کر
مسلماں پھر ستائے جا رہے ہیں

☆☆☆

۱۰ر اگست ۲۰۰۶ء

ترانہ وطن

یہ ہمارا وطن ہے ہمار وطن
ہے زمانے کی آنکھوں کا تارا وطن

ہے یہاں ہر طرف اب دھواں ہی دھواں
چھا گیا چار سو نفرتوں کا سماں
کس قدر ہو گیا بے سہارا وطن
یہ ہمارا وطن ہے ہمار وطن

کھو دیا تیری عزت کو ناموس کو
کھا گئے بیچ کر کیسے تابوت کو
ہوگیا تیرا گردش میں تارا وطن
یہ ہمارا وطن ہے ہمار وطن

کس کو سمجھیں ترا آج ہم پاسباں
جتنے غدار تھے ہوگئے حکمراں
رفتہ رفتہ تجھے لوٹ ڈالا وطن
یہ ہمارا وطن ہے ہمار وطن

چھوڑ کر اپنے پرکھوں کی سوغات کو
راکھ کر ڈالا ظالم نے گجرات کو
تیری آنکھوں نے دیکھا نظارا وطن
یہ ہمارا وطن ہے ہمار وطن

آؤ پھر ایک ہو جائیں اک بار ہم
توڑ دیں ساری نفرت کی دیوار ہم
ظالموں سے کریں ہم کنارا وطن
یہ ہمارا وطن ہے ہمارا وطن
ہے زمانے کی آنکھوں کا تارا وطن

☆☆☆

۱۵ر اگست ۲۰۰۵ء

ترانہ

یہ علم و عمل کا مسکن ہے، توحید کا نغمہ ساز یہاں
ہر دل میں نبی کا سوز یہاں، ہر لب پہ نبی کا ساز یہان
ہر شخص یہاں کا پیاسا تھا، تھی عام یہاں کی تشنہ لبی
اب جھوم رہا ہے ہر بچہ، پی کر کے نبی کا جام یہاں
اس گلشن دیں کی ہر کلیاں، ہر پھول نبی کے وارث ہیں
ناموس صحابہ کی خاطر، قربان ہے ہر ہر جان یہاں
دیکھا تھا بقاء کی آنکھوں نے، جو ارض حرم میں خواب کبھی
اس بزم جنوں کا ہر ذرہ، اس خواب کی ہے تعبیر یہاں
اس شخص کو بھولیں گی کیسے، اس ارض حرم کی وہ گلیاں
جس شخص نے گلیوں میں پھر کر، گلشن کو کیا آباد یہاں
یاں ابن علی اک ہستی ہے، جو علم و ہنر کی بستی ہے
دنیا کی نگاہوں نے دیکھا، اخلاس کا ایسا راز یہاں
ہم پر یہ خدا کی رحمت ہے، ندوہ سے ہماری نسبت ہے
ہے فکر یہاں کی فکر علی، شاہیں کی طرح پرواز یہاں
یارب یہ دعائے یونس ہے، اس گلشن علمی کے حق میں
اس گلشن دیں کا ہر ذرہ، ہر پھول بنے ابرار یہاں

☆☆☆

۲۰۰۸ء

خون کی بارش

خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے
رہبر نے ہی سازش کی ہے شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

ساری قومیں توڑ چکی ہیں رشتے اب انسانوں سے
نفس سے رشتہ جوڑ رہی ہیں شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

کھیتوں اور کھلیانوں میں لاشوں کے انبار لگے ہیں
ساری فصلیں سوکھ رہی ہیں شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

جن ننھے منے بچوں کو قتل کیا حیوانوں نے
ماں کی ممتا ڈھونڈھ رہی ہے شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

گھر کو جلایا مسجد توڑی پیٹ کا بچہ مار دیا
پھر بھی دنیا دیکھ رہی ہے شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

کون سا رشتہ، کیسی محبت، کون ہمارا بھائی ہے
مانوتا دم توڑ رہی ہے شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

آج کے دن ہی اپنے لہو سے ہم نے وطن کو سینچا تھا
لیکن دنیا بھول رہی ہے شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

خون سے دریا سرخ ہوا ہے آہ سے بادل سوکھ گیا
اب تو گھٹائیں بول رہی ہیں شاید پانی کم برسے
خون کی بارش خوب ہوئی ہے شاید پانی کم برسے

☆☆☆

مارچ ۲۰۰۵ء

الوداع

(برادر عبدالستار صاحب کی مکہ مکرمہ سے واپسی پر)

حرمین سے اے جانے والے　　کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو　　کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

انوار حرم کی کرنوں کو　　اے دوست مرے کیوں چھوڑ دیا
پاؤ گے کہاں تم ابر کرم　　کیوں رخ کو اپنے موڑ دیا
حرمین سے اے جانے والے　　کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو　　کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

ہر سمت برستا نور خدا　　دنیا میں کہاں تم پاؤ گے
کس گھر کا لگاؤ گے چکر　　توحید کا نغمہ گاؤ گے
حرمین سے اے جانے والے　　کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو　　کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

تم چھوڑ چلے ہو ارض حرم
پر یاد بہت ہی آئے گی
دیکھو گے کسی بھی حاجی کو
تو آنکھ تری بھر آئے گی
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

تڑپے گا تمہارا دل اس دم
جب شام حرم یاد آئے گی
پھر صحن حرم کی مجلس بھی
دل کو بہت تڑپائے گی
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

پاؤ گے کہاں تم عارف کو
فیروز کو تم پاؤ گے کہاں
پاؤ گے کہاں شاہد کا سخن
شمیم کا یہ انداز بیاں
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

مانا کہ وطن میں تیرے لئے
ہر شام رہے گی شام غزل
ہر چیز تجھے مل جائے گی
پاؤ گے کہاں اصغر کا بدل
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

پاؤ گے کہاں تم حج بدل
عمرے کا بدل پاؤ گے کہاں
موری کی بہت یاد آئے گی
آئے گا کبھی جو حج کا زماں
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

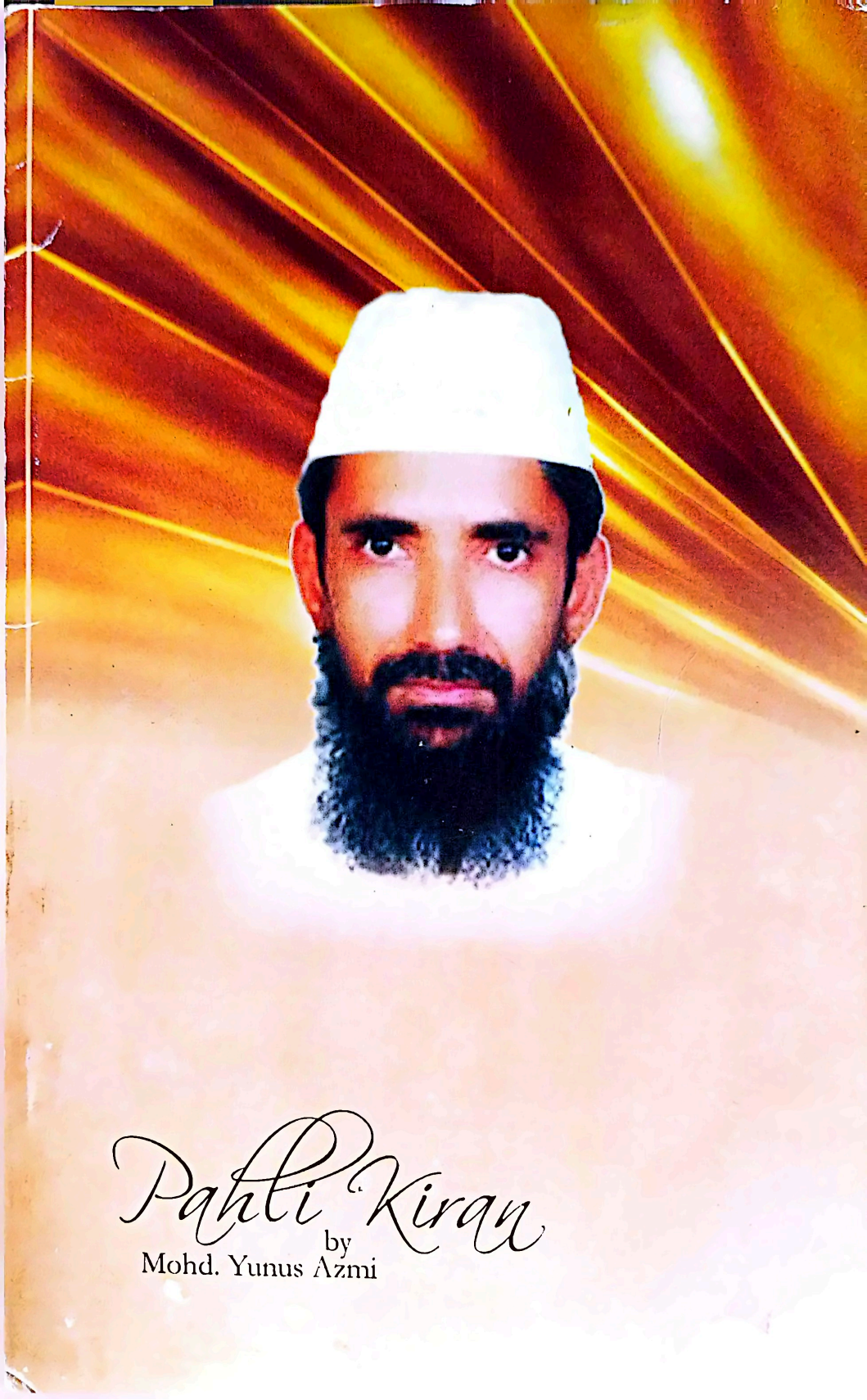
ابحاث کو تم نے چھوڑ دیا
چھوڑا ہے دراسہ بدوی کا
شیبہ کو سکون قلب ملا
میدان ہے خالی ندوی کا
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

تم پی کر آب زم زم کو
دل اپنا پہلے صاف کرو
پھر ساری خطائیں یونس کی
تم صدقِ دل سے معاف کرو
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

آؤ مل کر عہد کریں یہ
جب اپنے وطن ہم جائیں گے
نکلے گی زباں سے حق کی صدا
اور دین خدا پھیلائیں گے
حرمین سے اے جانے والے
کچھ حال تو اپنے دل کا سنا
کیوں چھوڑ چلے ہو محفل کو
کچھ راز تو اپنے دل کا بتا

☆☆☆

۱۰ر فروری ۲۰۰۷ء



Pahli Kiran

by

Mohd. Yunus Azmi